The Battle of

Hearts and Minds

Imam Anwar Al-Aloqi Hafizahullah

(اردو ترجمہ ایک مسلم کے قلم سے)

تمام تر تعریفیں اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کے وہ ہماری تمام کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں نفع بخش علم سے نوازے۔جیسا کہ پہلے آگاہ کیا گیا تھا کہ ہمارا آج کا موضوع ''قلوب واذہان کی جنگ'' ہوگا تو میں Rand Institute کی 2007 میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ سے ایک اقتباس پڑھ کے شروع کرتا ہوں جس کے مطابق:

''مسلم دنیا میں جاری جدوجہد لازمی طور پر نظریات کی جنگ ہے،اس جدوجہد کا جو بھی نتیجہ نکلے وہی مسلم دنیا کی مستقبل کی سمت کا تعین کرے گا۔''

Defence Department کی ایک چارسالہ دفاعی جائزہ رپورٹ کے مطابق،''امریکہ کو اس وقت ایک ایسی جنگ کا سامنا ہے جو ہمہ وقت ایک بندوق کی جنگ بھی ہے اور نظریات کی بھی۔اس جنگ میں ختمی فتح صرف اسی صورت ممکن ہے جب انتہا پسند نظریات کو ان معاشروں میں جہاں یہ پل رہے ہیں اور ان کے خاموش حامیان کی نظر میں غلط اور فرسودہ نہ ثابت کردیا جائے۔''

لہٰذا Rand اور Pentagone دونوں کے مطابق مسلم دنیا میں نظریات کی جنگ برپا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اس اندرونی کشمکش میں وہ کس جگہ پر کھڑے ہیں؟

درحقیقت یہ کشمکش دو ایسے گروہوں کے درمیان ہے جن میں سے ایک اسلام پہ من وعن اس طرح عمل پیرا ہونا چاہتا ہے جیسے یہ محمد ﷺ پہ نازل ہوا اور کلیتا اس کو اپنانا چاہتا ہے جبکہ دوسرا گروہ اس حوالے سے ایک قسم کی اختیاری روش اپنانا چاہتا ہے یعنی اسلام کے کسی ایسے حکم پہ تو عمل کرلیا جس پہ عمل کرنے کا جی چاہا اور جسے چھوڑنے کا من کرے اسے چھوڑ دیا۔مسلمانوں میں یہ کشمکش کوئی نئی بات نہیں ہے،ایسا ہر دور میں ہوتا رہا ہے کہ ان میں اہل حق بھی موجود ہیں اور ایسے بھی جو صحیح راستے سے منحرف ہونا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کشمکش کو باقی رہنا مقدر کردیا ہے،یہی نہیں بلکہ وہ قومیں جو ہم سے پہلے ایمان لائیں وہ بھی اس کشمکش سے خالی نہ تھیں۔

مثال کو طور پر بنی اسرائیل میں ایسے بھی موجود تھے جو راستی پر قائم تھے اور ایسے بھی تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا:

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ ''انھوں نے اللہ کی آیات کے معانی تبدیل کردیے''

بائبل کی آیات میں تحریف کر دیتے اور بعض دفعہ یہ قبیح حرکت حاکم وقت کو خوش کرنے کے لیے کی جاتی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ بنی اسرائیل مختلف اقوام کے ماتحت رہے۔مثلاً وہ رومن سلطنت کے زیر نگیں رہے جو کہ بت پرست تھے اور شاہ بابل کے ماتحت رہے اور وہ بھی بت پرست تھا۔ایک واقعہ جو کہ تفسیر میں بیان ہوا ہے اس کے مطابق بنی اسرائیل کے مولویوں نے Babylon کے بادشاہ کے لیے ایک ایسا فتویٰ جاری کیا جس کے تحت وہ ناجائز تعلقات رکھ سکتا تھا اور یہ فتویٰ محض بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔اس طرح انھوں نے ایک انسان کی خوشنودی کے لیے اللہ کے قانون کو بدل ڈالا۔

اب یہ بات کرتے ہیں کہ مسلم دنیا میں جاری اس نظریاتی کشمکش کے بارے میں کفر کیا کر رہا ہے۔ US news and World report کے مطابق،''گیارہ ستمبر کے بعد پے در پے غلطیوں کے بعد آج امریکہ دوبارہ سنبھل رہا ہے۔امریکی حکومت ایک ایسی سیاسی جنگی مہم کا آغاز کر چکی ہے جو سرد جنگ کے عروج کے بعد اپنا کوئی مقابلہ نہیں رکھتی۔ Military Psychological Operations Teams اور CIA کے خفیہ operatives سے لے کر میڈیا اور تھنک ٹینکس کو کھلے عام فنڈز مہیا کرنے کے ضمن میں امریکہ کروڑوں ڈالرز بہا رہا ہے تاکہ نا صرف مسلم معاشروں پہ اثر انداز ہوا جا سکے بلکہ اسلام پہ بھی۔''

دوبارہ ملاحظہ کریں،''امریکہ خود اسلام کو ہی تبدیل کر دینا چاہتا ہے!!!''۔بلا کسی جھجک اور شرم کے، برسرعام وہ یہ بات کہہ رہے ہیں کہ ہم نہ صرف مسلم معاشروں پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں بلکہ خود اسلام کو ہی تبدیل کر دینا چاہتے ہیں۔بنی اسرائیل کے دور میں اللہ کے دین میں تبدیلی کے بارے میں اس وقت کے مولویوں نے کبھی اس طرح کھل کر کہنے کی جسارت نہ کی ہوگی۔یہ برملا طور پر اور بغیر کچھ چھپائے کھلے عام یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم اسلام کو ہی تبدیل کر دیں گے، ہاں ہم اسلام کو ہی تبدیل کر دیں گے!!!(العیاذ باللہ)

آگے چل کر اسی آرٹیکل میں لکھا ہے:

''کم از کم دو درجن ممالک میں امریکہ نے اسلامی ریڈیو اور ٹی۔وی پروگرامز کو، مسلم سکولوں کو، مسلمان تھنک ٹینکس کو، سیاسی ورکشاپس کو یا دیگر کسی بھی منصوبے کو جو معتدل اسلام کا پرچار کریں انھیں خفیہ طور پر فنڈز مہیا کیے ہیں۔وفاقی امداد سے مساجد کے ڈھانچے میں اور قرآن میں تبدیلی لائی جائے گی اور اسلامی سکول قائم کیے جائیں گے۔''

اس طرح وہ جدید اسلام کو عام کرنا چاہتے ہیں اور جدید بھی ایسا جیسا وہ کہہ دیں اور اس مذموم منصوبے پر وہ کروڑوں خرچ کر رہے ہیں۔جب ایک مسلمان جو سچا مسلمان ہو جب یہ سنتا ہے کہ اللہ کے باغی جنھیں اسلام کے بارے میں کوئی شد بد نہیں ہے، نہ وہ اللہ کو مان کر دینے والے ہیں، نہ محمد ﷺ کو اللہ کا پیغمبر جانتے ہیں اور نہ ہی قرآن کو اللہ کی کتاب برسرعام یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم اللہ کے دین کو بدل ڈالیں گے، تو ایسے ہر مسلمان کو غصے سے بھر جانا چاہیے جس کے دل میں اللہ کے لیے کچھ بھی محبت ہو۔

تم ہو کون اور تمھیں یہ جرات ہوئی کیسے کہ تم ہمیں یہ بتاؤ کہ اسلام کیا ہے اور کیا نہیں؟!حتیٰ کہ وہ شخص جو اس دنیا میں اللہ کا ہمسر بننے کی کوشش کر رہا ہے اور سب سے بڑا طاغوت ہے مائیک کے آگے کھڑے ہو کر 2002 میں مسلمانوں کو خطبہ دے رہا ہے، ہاں جی جارج بش مسلمانوں کو خطبہ دے رہا ہے کہ،''اسلام ایک ایسا عقیدہ ہے جو دنیا میں بسنے والے اربوں لوگوں کے لیے امن و آشتی کا پیغام لایا اور نسلی

تعصب سے بالاتر ہو کر انھیں اخوت میں پرو دیا۔ یہ عقیدہ محبت پر کھڑا ہے نا کہ نفرت کی بنیاد پر!''۔

اب یہ بات ہے تو بالکل درست، بالکل ایسے ہی ہے کہ اسلام دنیا بھر کے لوگوں کے لیے امن کا پیغام بن کر آیا اور ہر قسم کے تفاوت سے ہٹ کر اس نے لوگوں کو اسلامی خوت میں پرو دیا۔ بات ہے درست لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''حضرت بش'' ہیں کون جو ہمیں یہ بتائیں کہ اسلام کیا ہے اور کیا نہیں؟ اسے کس نے یہ اختیار دیا کہ وہ اسلام کے بارے میں اس زاویہ سے بات کرے؟؟

سب تعریفیں اللہ کے لیے۔۔۔اس موقع پر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کچھ مسلمان خوش ہو رہے ہیں اور فخر محسوس کر رہے ہیں کہ ''حضرت بش'' اسلام کے بارے میں اس اس طرح بات کر رہے تھے۔لیکن حقیقت میں یہ معاملہ کفار کے غرور اور متکبرانہ ذہنیت کا غماض ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کسی کی ضرورت ہے جو ہمیں بتائے کہ اسلام کیا ہے اور کیا نہیں۔اس متکبرانہ ذہنیت پر کچھ غیر مسلموں نے بھی تبصرہ کیا، ان میں سے ایک نہایت طنزیہ انداز میں کہتا ہے:

''یوں لگتا ہے کہ سیاسی قیادت نے بحیثیت اجتماعی فوری طور پر اسلامی علوم میں پوسٹ گریجوایٹ کی ڈگری حاصل کر لی ہے جس وجہ سے اب وہ عوام کو اسلام کی حقیقت کے بارے میں لیکچر دے سکتے ہیں''۔

Rand ایک سولہ ہزار ملازمین پر مشتمل رضا کار تنظیم ہے جس کا کام امریکی ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ کو تجزیہ فراہم کرنا ہے۔لہٰذا یہ تنظیم پینٹا گون سے براہ راست رابطے میں ہوتی ہے اور ''قلوب اور اذہان کی جنگ'' کے موضوع پر اس تنظیم کی طرف سے کئی پرچے شائع ہو چکے ہیں۔اپنی اس گفتگو کے دوران میں ان کے تجزیوں سے کچھ نا کچھ اقتباسات سامنے لاتا رہوں گا اور Rand کی تیار کردہ ایک اور رپورٹ جس کا عنوان Civil Democratic Islam ہے سے کچھ اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ یہ رپورٹ Sheryl Bernard جو کہ ایک یہودی ہے کی تیار کردہ ہے اور ایک مرتد سے شادی شدہ ہے۔اس کا شوہر زلمے خلیل زاد ایک مرتد ہے بشرطیکہ اگر وہ کبھی مسلمان رہا ہو۔امریکی انتظامیہ میں اس مرتد کے پاس ہمیشہ کوئی اعلیٰ عہدہ رہا ہے۔ یہ اقوام متحدہ، عراق اور افغانستان میں امریکی سفیر رہ چکا ہے اور ہمیشہ ہی کسی حساس عہدے پر اسے مامور کیا جاتا رہا ہے۔یہ Sheryl Bernard اسی کی بیوی ہے جس نے Rand Corporation کے لیے Civil Democratic Islam نامی رپورٹ تیار کی۔اس رپورٹ کے عنوان سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کس قسم کا اسلام چاہتے ہیں! کیسا اسلام ہے جو وہ ہم پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔اور یہاں تک کے وہ اس حد تک جانے کے لیے بھی تیار ہیں کہ ہمارے ملکوں میں اپنی فوجیں بھیجیں جو ہم پر ان کا تیار کردہ اسلام تھوپ سکیں جس پر ہمیں بیعت کرنی ہوگی۔ بھائیو، تمام تعریفات اللہ کے لیے ہی خاص ہیں، مسلمانوں کو اس تفاخر اور تکبر کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔

اس کی کچھ تجاویز ملاحظہ فرمائیں جو وہ روشن حیال مسلمانوں کے حوالے سے اپنے ذہن میں رکھتی ہے:

''ان (روشن خیالوں) کی تحریروں کو چھاپ کر سستے داموں تقسیم کیا جائے''۔

اس سے قبل کہ میں اپنی گفتگو میں آگے بڑھوں یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ ان کے ہاں روشن خیال مسلمان کا کیا مطلب ہے؟ تو آیئے Rand کے ہی شائع کردہ ایک پرچے جس کا عنوان ہے "Characteristics of Moderate Muslim" یعنی ''روشن

خیال مسلمان کی خصوصیات'' سے ہی اس نام نہاد روشن خیال مسلمان کے بارے میں جانیں جو وہ تیار کرنا چاہتے ہیں۔

روشن خیال مسلمان کی خصوصیات:

① جمہوریت:

لہٰذا ایک روشن خیال مسلمان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جمہوریت اور جمہوری نظام پر یقین رکھتا ہو۔ اب کچھ مسلمان جو جمہوریت کو اپناتے ہیں ان کا طرز استدلال یہ ہے کہ جمہوریت اسلام کے نظام شوریٰ کی ہی ایک شکل ہے لہٰذا ''جمہوریت'' کی اصطلاح استعمال کرنا بالکل درست ہے، اصطلاح چاہے ہم جمہوریت کی استعمال کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں اسلامی نظام شوریٰ پر ہی ہمارا یقین ہے اور اسی پر عمل پیرا ہیں کیونکہ جمہوریت کی اصطلاح استعمال کرنے سے مغرب کو آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کیونکہ وہ اسلامی نظام شوریٰ کو نہیں سمجھتے۔ اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اپنے آپ کو جمہوری باور کروانے سے وہ مغرب کی امداد حاصل کر سکیں گے جس سے وہ اپنے مما لک میں موجود آمریت کا صفایا کر سکیں لیکن ان مسلمانوں کے اس طرز عمل سے کچھ تشویشناک مسائل پیدا ہور ہے ہیں، کیونکہ:

۱) جمہوریت اسلامی نہیں ہے، جمہوریت ایک نظام ہے اور اسلام ہمارے لیے ایک بالکلیہ مختلف نظام لے کر آیا ہے۔ اور درحقیقت بہت تھوڑے ایسے ہیں جو اسلامی ریاست اور اسکے نظام شوریٰ پر یقین رکھتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے شوریٰ کے نام سے ہی پکارا جانا چاہیے جو یہ حقیقتاً ہے نہ کہ جمہوریت کے نام سے۔

۲) اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اصطلاحات کے ہیر پھیر سے ہم مغرب کو دھوکہ دے لیں گے اور بالآخر اسلامی ریاست اور اس کا نظام شوریٰ نافذ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ محض ایک سراب ہے کیونکہ Rand جیسے اداروں نے بڑی تفصیل کے ساتھ جمہوریت کی تعریف کی ہے جو وہ ایک روشن خیال مسلمان سے توقع کرتے ہیں کہ اپنے معاشروں اور ملکوں میں لے کر آئے گا۔

۳) جمہوریت سے ان کی کیا مراد ہے، Rand کی ایک رپورٹ سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں،

''جمہوریت کے ساتھ آپ کی وابستگی اور جڑنا عین ویسا ہو جیسا آزاد مغربی روایات میں سمجھا جاتا ہے''

لہٰذا آپ مغرب سے یہ کہہ کر ہاتھ نہیں کر سکتے کہ ہمیں جمہوریت نہ سمجھاؤ کیونکہ ہم اسے اسلام سے سمجھتے اور سیکھتے ہیں۔ وہ اس امر میں بالکل واضح اور دوٹوک ہیں کہ ایسا کسی صورت قابل اطمینان نہیں کہ کوئی اپنے تئیں روشن خیال کہلاتا ہو اور جمہوریت کو اسلام سے سیکھتا ہو، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جمہوریت کو عین اس طرح سمجھا جائے جیسے آزاد مغربی روایات میں جمہوریت کو سمجھا جاتا ہے۔ ایک اور اقتباس اسی رپورٹ کا ملاحظہ کریں

''جمہوریت کی حمایت کا (سادہ سا) مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے تصور کی مخالفت کی جائے''

لہٰذا ایک روشن خیال مسلمان وہ ہے جو جمہوری نظام میں یقین رکھتا ہو اور جس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ اسلامی ریاست کے تصور کی مخالفت کریں، آگے چل کر اسی رپورٹ میں لکھا ہے،

''اوپر کی ساری گفتگو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی بھی جمہوری ہونے کا مطلب یہ نہ سمجھے کہ یہ (جمہوریت) محض ایک ایسی سواری ہے جس پر

سوار ہوکر اقتدار کے ایوانوں میں پہنچا جاتا ہے جیسا کہ مصری تنظیم اخوان المسلمین نے سمجھا''۔

② غیر فرقہ وارانہ ماخذ قانون کو ماننا:

ایک روشن خیال مسلمان کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ قانون کے کسی ایسے ماخذ کے نہیں مانتا جو ان کے خیال میں فرقہ وارانہ ہو۔اس بات کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے جیسے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطیع ہو جائیں اور وہ کہتے ہیں کہ:

''روشن خیال اور انتہا پسند مسلمان کے درمیان خط تقسیم یہ ہے کہ کیا وہ اس بات پہ یقین رکھتا ہے یا نہیں کہ شریعت کا نفاذ ہونا چاہیے یا نہیں'' لہٰذا ان کی تعریف کے مطابق ایک ایسا مسلمان جو اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون چاہتا ہو وہ انتہا پسند ہے اور وہ مسلمان جو فرانسیسی قانون، برطانوی قانون یا بین الاقوامی قانون کو ماننے کے لیے تیار ہے یا پھر کوئی بھی ایسا قانون جو انسان کا بنایا ہوا ہو روشن خیال ہے۔

③ عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا احترام:

ایک روشن خیال مسلمان بننے کے لیے آپ کو ان کی تعریف کے مطابق عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا احترام کرنا پڑے گا۔اب ایسا تو نہیں کہ ہم مسلمان ان میں سے ہر دو کا احترام نہیں کرتے مگر فرق صرف اس قدر ہے کہ یہ احترام ہم اللہ کے کہے کے مطابق کرتے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ احترام ان کے کہے کے مطابق کیا جائے۔ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی اسلامی ریاست ہو اور وہ حجاب کو لازمی قرار دیتی ہے تو یہ انتہا پسندی ہے، اگر یہ ریاست غیر مسلموں سے جزیہ (ٹیکس) وصول کرتی ہے تو یہ بھی انتہا پسندی ہے۔

④ دہشت گردی اور ناجائز تشدد کی مخالفت:

اب مصیبت یہی ہے کہ جب کوئی شخص یا نظام اللہ کے مد مقابل کھڑا ہوتا ہے تو اصطلاحات کے مفاہیم وضع کرنا بھی وہ اپنا ہی حق سمجھتا ہے۔اب بندہ پوچھے کہ کون حضرت انسان ہوں گے جو دہشت گردی اور ناجائز تشدد کی مخالفت نہیں کرتے ہوں گے، لیکن مسئلہ یہاں صرف دہشت گردی اور ناجائز تشدد کی مخالفت کرنا نہیں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ جسے وہ دہشت گردی کہہ دیں اسے آپ بھی دہشت گردی مانو اور جس تشدد کو وہ ناجائز ٹھہرا دیں اسے آپ بھی ناجائز سمجھو۔لہٰذا ایک ایسا مسلمان جو اپنی سرزمین کا دفاع کرے، جو غاصبوں کا قبضہ ماننے سے انکار کردے، جو اللہ کی زمین پر اللہ کے احکامات کے مطابق رہنا چاہے ایسا ہر شخص انتہا پسند ہے۔اور دوسری طرف وہ صاحب بھلے وہ خود کو مسلمان ہی کہتے ہوں، جو امریکی طاغوت کو یہ دعوت دیں کہ آؤ ہماری زمین پر ڈیزی کٹر برساؤ اور ڈرون حملے کرو، اور اللہ کے علاوہ ہر طاغوت کے بنائے ہوئے ضابطہ حیات کے مطابق زندگی گزارنے پر رضامند ہوں اور اس کے دامن میں ذرہ بھر غیرت اور خودی نہ ہو کہ وہ ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، ایسا ہر شخص روشن خیال مسلمان ہے۔

لہٰذا وہ صاحب جو ان کی تعریف کے مطابق روشن خیال مسلمان ہیں، درحقیقت مسلمان نہیں کیونکہ روشن خیال مسلمان ہونے کی جو چار خصوصیات وہ گنواتے ہیں کفر ہیں۔تو آئندہ کی اپنی گفتگو میں میں ایسے مسلمان کو روشن خیال مسلمان کہنے کی بجائے رینڈ مسلمان (Rand Muslim) کہوں گا۔پھر ان کے پاس ایک سوالنامہ بھی ہے جو انھوں نے ایک مسلمان کے لیے تیار کیا ہے تاکہ اس بات کا تعین کیا جا

سکے کہ کیا یہ ایک انتہا پسند مسلمان ہے یا پھر رینڈ مسلمان۔اس سوالنامے میں ایک چیز جو بالکل واضح جھلکتی ہے وہ کفار کی متکبرانہ ذہنیت ہے جو وہ مسلمانوں کے بارے میں رکھتے ہیں۔، اس سے وہ ہمارے ایمان اور عقیدے کا امتحان لینا چاہتے ہیں اور پھر ہمارے جوابات کو جانچتے ہوئے ہمیں نمبر دیے جائیں گے۔اس سوالنامہ میں مونسے سوالات ہیں، ملاحظہ کریں

''کیا کوئی گروہ یا فرد دہشت گردی کی حمایت کرتا ہے، اگر وہ اب اس کی حمایت نہیں کرتا تو کیا کبھی ماضی میں اس نے اس عمل کی حمایت کی؟''

تو آپ یہ سوچ کر مطمئن نہ ہو جائیں کہ اب آپ 'دہشت گردی' کی حمایت نہیں کرتے، اگر آپ اس شجر ممنوعہ کے پاس کبھی ماضی میں بھولے سے بھی چلے گئے تو آپ کو حساب دینا پڑے گا۔اگلا سوال ہے

''کیا یہ فرد یا گروہ جمہوریت کی حمایت کرتا ہے، اگر کرتا ہے تو کیا یہ اسے وسیع تر معنوں میں انسانی حقوق کے اعتبار سے سمجھتا بھی ہے یا نہیں؟''

اگلا سوال یہ ہے کہ

''کیا یہ بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ انسانی حقوق کی حمایت کرتا ہے؟''

اگلا سوال۔۔۔

''بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ انسانی حقوق میں کیا وہ کوئی استثنائی صورت سمجھتا ہے؟''

تو اگر آپ ارتداد کی حد لگانے کے قائل ہیں تو آپ انتہا پسند ٹھہرے!

''کیا زیر بحث فرد یا گروہ تسلیم کرتا ہے کہ دین تبدیل کرنا ہر انسان کا حق ہے؟''

یعنی کہ اگر کوئی مسلمان یہودی یا عیسائی بننا چاہتا ہے یا پھر کسی گائے، بندر یا سانپ کو اپنا معبود ماننا چاہتا ہے تو اس پر کوئی قدغن نہیں ہونی چاہیے۔ایسا شخص جسے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی گئی اور اللہ نے اسے اپنا مطیع بننے کے شرف سے نوازا، اسے اللہ کی پہچان نصیب ہوئی اور محمد ﷺ کو اللہ کا آخری رسول مانا وہ چاہے تو بعد میں گائے کو اپنا معبود بنا لے یا اللہ کے علاوہ کسی کو بھی، یہ اسکا بنیادی حق ہے۔(العیاذ باللہ)

اگلا سوال ہے

''کیا یہ شخص یا گروہ سمجھتا ہے کہ ریاست کو جرائم کے ضمن میں شرعی قوانین کا نفاذ کرنا چاہیے؟''

لہٰذا اللہ کی حدود کا نفاذ انتہا پسندی ٹھہرا!

''کیا یہ سمجھتا ہے کہ ریاست کو شہری قوانین (مثال کے طور پر شادی کے معاملات یا عورت یا مرد کا ایک وقت میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنا) کی مد میں شرعی قوانین کا نفاذ کرنا چاہیے؟''

اگلا سوال ہے

''یا یہ سمجھتا ہے کہ قوانین کے ضمن میں کسی قسم کے شرعی قوانین کا نفاذ نہیں ہونا چاہیے۔''

ہم کیا دکان سے آلو اور پیاز خریدنے کی بات کر رہے ہیں کہ اپنی مرضی کر سکیں؟ اللہ کی زمین پر رہتے ہوئے آپ کو صرف ایک اسی کا قانون ماننا ہوگا، ہر معاملہ کے حوالے سے صرف ایک ہی قانون ہے۔ کفار چاہتے ہیں کہ اس معاملہ میں ہم لچک دکھائیں اور یہاں ہر کسی کو اپنے بنائے ہوئے یا اس کے جھوٹے معبود کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق زندگی گزارنے کا مجاز سمجھیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً﴾ (النساء)

ایسا کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے مسلمان نہیں ہے اگر وہ صرف ایک اللہ کے قانون کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ اگر وہ نبی ﷺ کی سنت پر چلنے سے انکار کر دیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

اگلا سوال کچھ یوں ہے کہ:

''کیا یہ سمجھتا ہے کہ کسی مذہبی اقلیت سے تعلق رکھنے والا شخص بھی انھی حقوق کا حقدار ہے جن کا ایک مسلمان؟ کیا یہ سمجھتا ہے کہ کسی مذہبی اقلیت سے تعلق رکھنے والا شخص کسی ایسے ملک میں سیاسی طور پر کسی بڑے عہدے پر فائز ہو سکتا ہے؟''

اور اس سوال پر ہمارا جواب ''نہیں'' ہے، وہ کسی اعلیٰ عہدے پر فائز نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لاَ يَأْلُونَكُمْ خَبَالاً وَدُّواْ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاء مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾

اس آیت کی رو سے ہم یہود اور عیسایوں کو بطانۃ کا یا مشیر کا یا کوئی بھی بڑا عہدہ نہیں دے سکتے۔ اگلا سوال ہے کہ

''کیا یہ سمجھتا ہے کہ مذہبی اقلیتیں کسی مسلم اکثریتی ملک میں اپنے عقیدے کے مطابق ادارے بنا اور چلا سکتے ہیں؟''

اس ضمن میں اسلامی قانون یہ ہے کہ وہ اپنے پہلے سے بنے کلیسا اور گرجا گھر تو رکھ سکتے ہیں لیکن نئے معبد تعمیر نہیں کر سکتے۔ اگلا سوال ہے کہ

''کیا وہ کسی ایسے نظام قانون کو مانتا ہے جس کی بنیاد غیر فرقہ وارانہ اصول قانون ہوں؟''

مختصر یہ کہ یہ سب کچھ سراسر کفر پر مبنی ہے، یہ ہے وہ پلندہ جو کسی کو روشن خیال بناتا ہے! ہم اب واپس Sheryl Bernard کی تجاویز کی طرف چلتے ہیں، اسکی پہلی تجویز یہ ہے کہ:

''ہمیں رینڈ مسلمانوں کی تحریروں کو سستے داموں چھپوا کر تقسیم کرنا چاہیے''

یہ سب جھوٹ کو پھیلانے کے لیا ہے، اگلی تجویز ہے کہ

''ان (رینڈ مسلمانوں) کی عوام اور نوجوانوں کے لیے لکھنے کے لیے حوصلہ افزائی کی جائے۔''

کیونکہ وہ یہ بو محسوس کرتے ہیں کہ اسلامی دنیا میں مسلمان سچائی سے آشنائی پا سکتے ہیں اور جانتے ہیں کہ کون ان کے لیے بولتا اور اور کون نہیں۔ اور وہ یہ بھی بہت اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے سب سے بڑا خطرہ نوجوان ہیں کیونکہ یہ نوجوان ہی ہیں جو ہر دور میں حق

کے لیے سینہ سپر ہو جاتے رہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب بتوں کو توڑا تو وہ ایک نوجوان تھے، اصحاب کہف بھی دور شباب میں ہی تھے جب وہ غار میں پناہ لینے کے لیے چلے گئے اور یہی معاملہ ان صحابہ کا تھا جنھوں نے اللہ کے نبی کا اسلام کے ابتدائی دنوں میں ساتھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ شباب امت کو جسقدر اسلام سے منحرف کیا جا سکتا ہے کر دیا جائے۔ اگلی تجویز ہے

''رینڈ مسلمانوں کے نظریات کو اسلامی نصاب تعلیم میں متعارف کروایا جائے''

اور اس سمت میں پہلے ہی وہ بہت ٹھوس اقدامات کر چکے ہیں۔ بہت سارے مسلم ممالک میں اس حوالے سے تعلیمی نصاب کا بیڑہ غرق کر دیا گیا ہے۔ کتابوں کے پورے پورے ابواب تبدیل کر دیے گئے یا بالکل سرے سے ہی ختم کر دیے گئے، ایسی کوئی بھی چیز جو جہاد کے بارے، اللہ کی حدود کے بارے یا اس کے قوانین کے بارے بات کرتی ہوا سے تو بالکل بھی برداشت نہ کیا گیا۔ اگلی تجویز ملاحظہ ہو

''متعلقہ ممالک کے نصاب اور میڈیا میں مسلمانوں کے قبل از اسلام غیر اسلامی کلچر اور اور اس سے بھی پہلے موجود تہذیبوں کی ثقافت سے آگاہی پیدا کی جائے''

گویا کہ وہ چاہتے ہیں کہ فرعون کے زمانے کی تہذیب کو زندہ کیا جائے، اس کے بارے میں میڈیا میں گفتگو کی جائے اور نصاب کا حصہ بنایا جائے اور اسے خوبصورت اور اچھی تہذیب اور ثقافت قرار دیا جائے۔ جو اس پرانے وقت میں انھوں نے ترقی کی اور جو کارنامے انجام دیے انھیں سامنے لایا جائے اور یہاں تک کہ اسلامی تہذیب ذہنوں میں پس منظر میں چلی جائے۔ اس کے علاوہ قبل از اسلام عرب کی مقامی ثقافت کے بارے بات کی جائے اور ذہنوں میں اسلام کے آنے سے پہلے والے عرب کو خوبصورت بنا کر پیش کیا جائے اور عرب قومیت کے تعصب کو ابھارا جائے۔ شمالی افریقہ کے Berbers کی تاریخ کے بارے بات کی جائے اور رومیوں اور یانانیوں کی شام (Syria) کی تاریخ کے اوراق سامنے لائے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے archeologist مشرق وسطیٰ کی قبل از اسلام تاریخ میں اچھی خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ Mesopotamia (عراق میں موجود ایک علاقے کا پرانا نام) اور فرعون کے وقت کے مصر کے بارے میں بہت زیادہ بات چیت کرتے اور لکھتے لکھاتے نظر آئیں گے۔

ہمیں اس سازش سے آگاہ رہنا چاہیے اور اپنی قبل از اسلام تاریخ کے بارے کسی قسم کے فخر میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سب جاہلیت تھی اور کسی صورت بھی یہ تہذیب کہلانے کی بھی حقدار نہیں کیونکہ یہ تہذیب تھی ہی نہیں! یہ جہنم کا راستہ ہے اور نری تاریکی بلکہ تاریکی پر تاریکی!!! اور فرعون برائی کی علامت ہے اور اسے کسی صورت بھی اچھا بنا کر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

جب ایک دفعہ نبی ﷺ کا اپنے صحابہ کے ساتھ دیار ثمود کے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو ان کی باقیات کے اندر جانے سے منع فرما دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں وہ جو دیکھیں اس سے متاثر نہ ہو جائیں اور آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا

لا تدخلوا عليهم الا ان تكونوا باكين

یعنی ان کی باقیات میں مت داخل ہو مگر صرف اس مقصد کے لیے کے تم ان کے انجام کو دیکھ کر عبرت پکڑتے ہوئے رونا چاہتے ہو۔ اور ایسا ہوا کہ صحابہ نے ثمود کے کنویں سے پانی نکالا اور اس سے آٹا گوندا، نبی ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس آٹے سے روٹیاں پکانے سے

منع فرما دیا اور کہا کہ یہ آٹا اپنے جانوروں کو کھلا دو اور خود اس میں سے مت کھاؤ اور نہ ہی ثمود کے کنویں سے پانی پیو۔ یہ ہمارے اور کفار کے درمیان ایک حد قائم کرنے کے لیے تھا۔ Seryl Bernard اگلی تجویز ہے کہ:

''صوفیت کو فروغ دیا جائے''

لٰہذا وہ چاہتی ہے کہ مسلم دنیا میں تصوف کو عام کیا جائے، اس وجہ سے نہیں کہ اسے خود تصوف سے کوئی شغف ہے بلکہ اس وجہ سے کہ عام رائج تصوف جہاد کے تصور کو خود بخود ہی کھا جاتا ہے۔ لیکن کیا وہ عمر مختار یا برصغیر اور شمالی افریقہ میں چلنے والی کچھ اسلامی تحریکوں کے تصوف کو رائج کرنا بھی پسند کریں گے؟؟؟

اور پھر وہ ''بنیاد پرستی سے نمٹنا اور اسکی مخالفت کرنا'' کے زیر عنوان وہ کچھ مزید تجاویز دیتے ہے۔ پہلی تجویز یہ ہے کہ

''ان (''بنیاد پرستوں'') کے غیر قانونی گروہوں سے رابطوں اور سرگرمیوں کو بے نقاب کیا جائے''

پھر

''ان کی پر تشدد سرگرمیوں کے بارے عوام کو آگاہ کیا جائے''

اب دوران جنگ لوگ مرتے ہیں تو ممکن ہے کہ کچھ معصوم لوگ بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور یہ جنگ کی فطرت ہے۔ لیکن مسلمانوں کے ہاں یہ خاصہ ہے کہ وہ معصوم لوگوں کو دوران جنگ ایسے کسی حادثاتی واقعہ سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں اس حوالے سے انتہائی سخت قوانین ہیں۔ مثال کے طور پر وہ جو لڑ نہیں رہے، عورتوں کو، بوڑھوں کو اور مذہبی پیشواؤں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی درختوں اور فصلوں کو برباد کرنے کی اجازت ہے۔

لیکن وہ یہ کہنا چاہتے ہے کہ ہمیں کچھ ایسے واقعات جو دوران جہاد مجاہدین کی جانب سے غیر ارادی طور پر واقع ہوئے انھیں لے کر خوب پروپیگنڈا شروع کر دیا جائے اور بات کا بتنگڑ بنا دیا جائے اور کچھ حقیقت ہو نہ ہو ساتھ اچھے خاصے جھوٹ کی آمیزش کر کے بات خوب پھیلائی جائے۔ لیکن جب امریکی فوجی شہریوں کی کسی رہائش گاہ پر بمب برسائیں، کسی شادی کی بس کو نشانہ بنائیں، کسی مدرسے میں اسی، اسی معصوم بچوں کے خاک وخون میں لت پت کر دیں اور ان واقعات میں بے دریغ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو نشانہ بنائیں تو ایسے کسی واقعہ کو سامنے نہ آنے دیا جائے، اسے فوراً جتنا بھی ہوسکتا ہے چھپا دیا جائے۔ اگر ایسا کوئی واقعہ دنیا کے سامنے آ ہی جائے تو معافی کے دو الفاظ ادا کر کے پھر انھی حرکتوں کو دہراتے رہو۔ لیکن اگر مجاہدین سے کوئی غلطی ہو جائے اور وہ غیر ارادی طور پہ ایسا کچھ کر بیٹھیں تو اس بات سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے اور بات کو اتنا بڑھایا چڑھایا جائے کہ ہر کوئی یقین کر بیٹھے۔ اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بات لوگوں کے ذہن میں بہت حد تک پختہ ہو چکی ہے کہ مجاہدین معصوم لوگوں کو قتل کرتے ہیں، یہ خونی لوگ ہیں، یہ کوئی علیحدہ مخلوق ہے جس کا اس دنیا میں واحد مشغلہ اور کام معصوم لوگوں کی جانیں لینا ہے۔ مغربی میڈیا نے مجاہدین کے بارے میں یہ جھوٹا پروپیگنڈا پھیلانے میں بھرپور کردار ادا کیا اور اس ایجنڈے کو مغرب باقاعدہ مشن کے طور پر لے کر آگے بڑھ رہا ہے۔ لیکن کوئی بھی شائستہ انسان جو تھوڑی بہت ہی سوچ سمجھ رکھتا ہو اس یہ سمجھنے میں کوئی مشکل درپیش نہیں ہو گی کہ یہ امریکہ ہی ہے جو افغانستان، عراق اور صومالیہ میں معصوموں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہا

ہے اور مسلمان آبادیوں میں حربیوں اور غیر حربیوں کا فرق کیے بغیر بمب برسا رہا ہے۔

عراق پر جنگ مسلط کرنے سے قبل اس پہ لگائی جانے والی معاشی پابندیوں کی وجہ سے دس لاکھ سے زیادہ لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اب ایک پوری نسل ہے جوان پابندیوں کی وجہ سے غربت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے اور بہت سی بیماریوں کا شکار ہے۔ اگلی تجویز ہے کہ

''بنیاد پرستوں، انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کہ کسی بھی کام کے لیے کسی بھی قسم کے تعریفی کلمات کا اظہار نہ کیا جائے چاہے وہ کوئی کارنامہ ہی کیوں نہ سرانجام دے لیں''

اور پھر وہ کہتے ہے کہ

''انھیں دنیا کے سامنے بزدل اور خلل زدہ لوگوں کے طور پر پیش کیا جائے حتیٰ کہ انھیں برائی کے ہیروٗ کے طور پہ بھی نہ پیش کیا جائے''

بعض اوقات آپ اپنے دشمن کی کسی خوبی کی وجہ سے اس کے لیے بھی ایک خاص انداز کے احترام کا اظہار کرتے ہیں مثال کے طور پر مغرب اپنے آپ کو صلاح الدین کی بہادری اور ایک سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ کردار کا حامل ہونے کے حوالے سے تعریفی کلمات کہنے سے اپنے آپ کو روک نہ سکا۔ تاریخ میں ایسا ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ قوموں کے درمیان جنگیں بھڑکتی رہیں تاہم ایک قوم اپنی دشمن قوم کے لیے ایک خاص انداز کے تعریفی کلمات بھی کہتی اور اسی ضمن میں کچھ نہ کچھ احترام کا اظہار بھی کرتی رہی۔ تاریخ میں آپ کو ایسی مثالیں مل جائیں گی، مثلاً لوگ کہتے رہے، ''ہاں یہ سچ ہے کہ وہ ہمارے دشمن ہیں لیکن وہ حوصلہ مند بھی ہیں کیونکہ ہمیں بہرحال سچ ہی بولنا ہے''، یا پھر ''ہاں یہ سچ ہے کہ وہ ہمارے دشمن ہیں لیکن یہ بھی نہیں کہ ان کا نکتہ نگاہ وزن سے بالکل خالی ہو''۔

لیکن Bernard کا کہنا ہے کہ انھیں اپنے دشمن کے حوالے سے ایسے کسی تعریفی کلمات یا احترام کا بھی روادار نہیں ہونا چاہیے حتیٰ کہ انھیں برائی کے ہیرو کے طور پر بھی پیش نہیں کرنا چاہیے اور پھر یہیں بس نہیں بلکہ انہیں بزدل اور خلل زدہ لوگوں کے طور پر پیش کیا جائے۔ اور اس ''بزدلی'' کا مظاہرہ مجھے بار بار دیکھنے کو ملتا ہے اور حیرانی اس بات پہ ہے کہ کچھ مسلمان بھی طوطوں کی طرح اس الزام کو دہرا رہے ہیں۔ مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ ایک اسرائیلی فوجی جس نے بلٹ پروف جیکٹ پہن رکھی ہے، سر کو سٹیل کے ہیلمٹ سے ڈھانک رکھا ہے اور مورچوں میں اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے فلسطینی بچوں کے پھینکے گئے پتھروں سے بھاگ جاتا ہے اور وہ بہادر ہے جبکہ وہ فلسطینی بچے جو اسرائیلی فوجی پر دھاوا بولنے کے لیے پوری رفتار سے آگے بڑھتے ہیں، جن کے پاس پتھروں کے علاوہ کوئی اسلحہ نہیں ہے اور پاجامے اور ٹی۔شرٹ کے علاوہ انھوں نے کچھ بھی پہنا ہوا نہیں ہے وہ بزدل ہے۔ میں اس فلسفے کو سمجھنے سے بہرحال قاصر ہوں۔ وہ امریکی فوجی جو اپنی آرام دہ بکتر بند گاڑی میں بیٹھ کر لڑتا ہے ''بہادر'' ہے اور وہ مجاہد جس کے پاس محدود ہلکے ہتھیاروں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے ''بزدل'' ہے۔ اور جو چیز بالکل ہی سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ کہ ایک ایسا شخص جو پوری رضامندی اور بغیر کسی دباؤ کے اپنے عقیدے کی خاطر خوشی اور مسکراتے چہرے کے ساتھ موت کے گلے لگا کر شہادت کے رتبے پہ فائز ہوتا ہے کیسے بزدل ہوسکتا ہے!!! لیکن یہ بات مغرب اور اس کے نام نہاد مسلم حواری طوطے کی طرح مسلسل کہہ رہے ہیں۔ آگے وہ کہتی ہے کہ:

”دہشت گرد اور بنیاد پرست حلقوں میں موجود بدعنوانی، منافقت اور اخلاقیات کے منافی معاملات کی تفتیش کے لیے صحافیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے“

بلکہ اسے واضح طور پر یوں کہنا چاہیے تھا کہ بدعنوانی، منافقت اور غیر اخلاقی حرکتوں کے جھوٹے الزامات سچے مسلمانوں پر لگا کر انھیں عدالت میں لا کر سنگین سے سنگین تر سزائیں دلوائی جائیں۔ امریکہ میں امام جمیل امین کو موت کی سزا دی گئی کیونکہ ان پر ایک پولیس افسر کو قتل کرنے کا الزام تھا۔ ہمیدان جو کہ ترکی میں البشیر پبلیکیشنز کے سربراہ تھے انھیں بھی موت کی سزا دی گئی کیونکہ ان پر اپنے نوکر کے ساتھ زیادتی کرنے کا الزام تھا۔ اسی طرح ایک لمبی لسٹ مرتب کی جا سکتی ہے جس میں آپ ان لوگوں کا تذکرہ کر سکتے ہیں جن پر امریکہ نے جھوٹا الزام صرف اس وجہ سے لگایا تا کہ ایسے شخص کو منظر سے ہٹایا جا سکے۔ کیپٹن یی جو کہ گوانتانامو میں امام تھا کی مثال لیں، اگرچہ وہ ایک امریکی فوجی تھا اور امریکی حکومت کا ملازم اور ان کا ساتھی تھا، خدا جانے کیا معاملہ تھا جو وہ امریکیوں کی نظر میں ناپسند ٹھہرا۔ لہٰذا ابتدا میں اس پر جاسوسی کا الزام لگا کہ اس نے خفیہ معلومات شام کو دی ہیں۔ جب یہ الزام ثابت نہ ہو سکا تو اس پر ایک نیا الزام دھر دیا کہ اس نے اپنے لیپ ٹاپ میں فحش مواد رکھا ہوا تھا اور جرم یہ تھا کہ یہ لیپ ٹاپ حکومتی ملکیت تھا تو وہ اس میں فحش مواد کیسے رکھ سکتا ہے۔ پھر اس پر زنا کا الزام بھی لگایا گیا اور اس طرح اس پر مقدمہ چلا کر اس کا سب کچھ برباد کرنے کی کوشش کی گئی لیکن آخر میں کوئی بھی الزام ثابت نہ کیا جا سکا اور تمام مقدمات ختم کرنے پڑے۔

US news and world report کے ایک آرٹیکل میں لکھا ہے کہ ”باہر کے ممالک میں موجود سی۔ آئی۔ اے کے سٹیشنز انتہائی تیزی اور نت نئے انداز میں کام کر رہے ہیں۔ مجاہد بھرتی مراکز، مجاھدین اور امریکہ مخالف مبلغین کو راستے سے ہٹانے کے لیے بھاری رقوم خرچ کی جا رہی ہیں“۔ اور مزید یہ لکھا ہے کہ ”اگر ملا عمر گلی کے ایک کونے میں کوئی سرگرمی کر رہا ہے تو اس گلی کے دوسرے کونے میں ملا بریڈلی ہونا چاہیے تا کہ ملا عمر کی سرگرمی کے اثر کو زائل کیا جا سکے“۔ یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوتی ہے کہ آج مسلم دنیا میں کتنے ہی ملا بریڈلی ہیں۔ اگلی تجویز کچھ یوں ہے کہ

”بنیاد پرستوں کو تقسیم در تقسیم کیا جائے“

عزیز بہنو اور بھائیو! ہمیں صرف امریکہ کی سیاسی اور عسکری جارحیت کا ہی سامنا نہیں ہے بلکہ وہ جھوٹ کو بھی ایک اہم ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے بھائیوں کے بارے میں جھوٹ پھیلاتے رہے ہیں، ان پر جھوٹے الزامات عائد کرتے رہے ہیں حتیٰ کہ ہم ان سے نفرت کرنے لگے اور اس طرح وہ ہمارے مابین نفرت اور نفاق کا بیج بونے میں کامیاب رہے۔ اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ برملا کہہ رہی ہے کہ ہمیں ”بنیاد پرستوں“ کے اتحاد کو توڑنا ہو گا اور انھیں تقسیم کرنا ہو گا۔ مثال کے طور پر جب اللہ تعالیٰ مجاہدین کو کسی جگہ کامیابی سے نوازتا ہے اور وہ اس خطہ ارضی پر اللہ کی شریعت نافذ کرنے کے لیا اقدامات اٹھاتے ہیں تو کس طرح کفار ان کے تشخص کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بڑی بدقسمتی یہ ہے کے بھولے مسلمان اس جھوٹ پر یقین کر لیتے ہیں کیونکہ وہ مغربی میڈیا کی چال میں بری طرح پھنس چکے ہیں۔ ہمیں ان کے ذرائع ابلاغ پر کسی صورت اعتماد نہیں کرنا چاہیے خاص طور پر اسوقت جب معاملہ ہمارے مسلمان بھائیوں کا ہو۔ اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں

ان جاء کم فاسق بنبا فتبینو

یعنی کہ اگر کوئی فاسق آدمی آپ کے پاس کوئی خبر لے کرآئے تو اس کی تصدیق کرلیا کرو،اس صورت آپ کا کیا حیال ہے جب خبر لانے والا ذریعہ محض فاسق ہی نہیں بلکہ کافر ہے؟ لہٰذا جو ہم سنتے ہیں اس پر یقین کر لینے اور اس سے نتائج اخذ کرنے کے معاملہ میں ہمیں بہت محتاط ہونا چاہیے۔مثال کے طور پر جب طالبان افغانستان پر حکومت کر رہے تھے تو آپ ان کے بارے میں بہت کچھ سن رہے تھے۔مغربی میڈیا ان کے بارے میں جھوٹ پھیلا رہا تھا تا کہ امت طالبان سے نفرت کرنے لگے۔ایسا وہ ہمارے درمیان نفاق کا بیج بونے کے لیے کرتے ہیں۔اور جب صومالیہ میں اللہ کا قانون نافذ کیا گیا تو مغرب کے میڈیا نے ان کے بارے بھی بہت کچھ کہا لہٰذا ہمیں بہت زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔

اس سے پہلے کی سطور میں ہم رینڈ رپورٹ میں دی گئی تجاویز کا جائزہ لے رہے تھے اور یہ امر بھی زیر بحث آیا کہ رینڈ مسلمان اور حقیقی مسلمان کے درمیان کن بنیادوں پر فرق کیا جائے گا۔امریکی اداروں کی طرف سے اس طرح کی تحقیق کا کام 9/11 کے بعد بہت زوروشور پر ہے، کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ 9/11 سے پہلے اس طرح کی کوئی کوشش نہیں کی جارہی تھی بلکہ 9/11 کے بعد ان کوششوں کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی۔اور جیسا کہ میں نے US news and world report کا حوالہ دیتے ہوئے ذکر کیا تھا کہ''گیارہ ستمبر کے بعد پے در پے غلطیوں کے بعد آج امریکہ دوبارہ سنبھل رہا ہے۔امریکی حکومت ایک ایسی سیاسی جنگی مہم کا آغاز کر چکی ہے جو سرد جنگ کے عروج کے بعد اپنا کوئی مقابلہ نہیں رکھتی''۔لہٰذا نظریاتی جنگ پر زیادہ وسائل 9/11 کے بعد جھونکنا شروع کیے گئے۔**اس طرح سات سال گزر جانے کے بعد جس دوران امریکہ اپنے انٹیلیجنس ،اقتصادی اور افرادی وسائل اس جنگ میں جھونکتا رہا ہے،سوال یہاں یہ اٹھتا ہے کہ اس سب کوشش کے نتائج کیا ہیں؟**

عزیز بہنو اور بھائیو، اگر سلطنت برطانیہ جو اپنے وقت کی عظیم ترین سلطنت تھی سمندروں پر غلبہ رکھتی تھی تو اس کے مقابل امریکہ ہواؤں، بحرو بر اور حلا تک اپنی سلطنت پھیلائے ہوئے ہے۔امریکہ کا دفاع کی مد میں آنے والا خرچہ پوری دنیا میں اس مد میں ہونے والے خرچ کا تقریبا آدھا ہے اور اسی طرح دفاع کے معاملہ میں کی جانے والی تحقیق پر بھی امریکہ باقی ساری دنیا سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔امریکہ جو اس وقت کی طاقتورترین فوج رکھتا ہے جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور اس پر اربوں خرچ کر رہا ہے، اس سب کے باوجود یہ فوج سچے مسلمانوں کو شکست نہ دے سکی اور نہ ہی نظریاتی جنگ میں جیت سکی۔Shibli Talhami جو کہ وائٹ ہاؤس کی طرف سے Advisory group and public diplomacy and brookings institute scholar کا رکن ہے واشنگٹن پوسٹ کے ایک مضمون میں لکھتا ہے کہ''یہ تو شکست سے بھی بدتر ہے۔شکست کا مطلب ہوتا ہے کہ آپ نے کوشش کی اور بہتری نہ لا سکے لیکن یہاں تو ۱۱ ستمبر کے تین سال بعد تک آپ صحیح طور پر کوشش بھی نہ کر سکے۔آج امریکہ کے ساتھ عربوں اور مسلمانوں کا جو رویہ ہے اور جس طرح وہ امریکہ پر عدم اعتماد کرتے ہیں یہ تین سال پہلے کی صورتحال سے کہیں بدتر ہے۔بن لادن آپ سے آپ ہی یہ جنگ

جیت رہا ہے''۔

لہٰذا وہ ہار رہے ہیں اور مس برنارڈ اور رینڈ اور پینٹا گون میں موجود ان کے ساتھیوں کو جان لینا چاہیے کہ ان کی سازشیں ناکام ہوں گی کیونکہ اللہ کی چال بہترین ہوتی ہے۔ اور وہ ''بنیاد پرست'' اور ''انتہا پسند'' جنھیں وہ تحقیر اور تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں یہ نا صرف افغانستان اور عراق میں جیتیں گے بلکہ وہ اپنا جہاد اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک وہ تمہارے یہودی آقاؤں کو بیت المقدس سے نکال نہیں پھینکتے اور یروشلم کے سب سے اونچے مقام پر سیاہ جھنڈا نہیں لہرا دیتے۔ ان کی کوششیں محض ناکامی ہیں اور اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّواْ عَن سَبِيلِ اللّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ إِلَى جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ﴾

وہ کروڑوں ڈالر خرچ کریں گے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوگا، شکست سے دوچار ہوں گے اور آخرت میں جہنم کی دہکتی آگ ان کا مقدر بنے گی۔

عزیز بہنو اور بھائیو! نظریاتی محاذ پر ہونے والی جنگ کے نتائج عسکری محاذ پر جاری معرکے سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔ نتائج سے زیادہ منہج پر بات کرنا اہم ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ سورت البروج میں خندق والوں کا ذکر کرتے ہیں تو اللہ اسے عظیم کامیابی سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

ذٰلک الفوز الکبیر

حالانکہ عسکری محاذ پر وہ جیت نہیں سکے تھے، ان سب کو خندقوں میں پھینک دیا گیا تھا جن میں آگ دہکائی گئی تھی۔ لیکن کیونکہ وہ آخری دم تک سچائی کے ساتھ چمٹے رہے اور اس پر صبر کے ساتھ ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے عظیم کامیابی قرار دیا۔ **لہٰذا زیادہ فکر اس بات کی کرنی چاہیے کہ حقائق دین آج کے مسلمان کے قلب وشعور میں کس قدر گہرے اترے ہیں قطع نظر عسکری یا دیگر محاذوں پر کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں۔** اگرچہ یہ درست ہے کہ قلب وشعور کے اس معرکہ میں مغرب کی یلغار نے بہت سارے مسلمانوں کو متاثر کیا اور وہ اس کے اثرات کو بہت حد تک قبول کر بیٹھے لیکن دوسری طرف ہم اللہ کا فضل بھی دیکھتے ہیں کہ بیداری کی لہر بھی اپنے کمال پر ہے جس کا زیادہ تر اثر نوجوان طبقے پر ہو رہا ہے۔ اہداف اور سمت کا واضح تعین اور اس کی سمجھ جو آج کے کچھ نوجوانوں میں دیکھنے کو ملتی ہے واقعی لاجواب ہے۔ خاص طور پر اگر آپ مغرب میں موجود نوجوان طبقے کی بات کریں جو دوسری یا تیسری نسل کے مسلمان ہیں تو ان میں تو امت کی سطح کے معاملات کا فہم حیران کن حد تک اعلیٰ پائے کا ہے۔

یخرج الحی من المیت

نوجوان اپنی ذمہ داریوں کو بطور مسلم جس بہترین انداز میں سمجھتے ہیں اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے جس طرح ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، جس طرح ولاء اور براء کے تصور اسلامی کا فہم رکھتے ہیں، اللہ کی زمین پر اس کے قانون کو نافذ کرنے کی اہمیت سے جس طرح وہ واقف ہیں اور کیونکر خلافت کا قیام ضروری ہے، ان سب معاملات کا فہم حیران کر دینے والا ہے! کتنے ہی مسلمان ہیں جو خواب غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں اور قلب وشعور کے علاوہ دیگر محاذوں پر جاری سرگرمی بھی اللہ کے خاص فضل کا ہی نتیجہ ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ انتہائی احمقانہ قسم کے غلطیوں کا ارتکاب کر رہا ہے۔مثال کے طور پر عراق پر امریکی حملہ ہر طرح سے اس کے لیے تباہی ہی تباہی ہے۔ایک امریکی محکمہ خارجہ کا افسر کہتا ہے کہ ''بش کے عراق پر حملے کے جو نتائج برآمد ہو رہے ہیں وہ انتہائی ذلت آمیز شکست کا ہی پتا دیتے ہیں جو بالکل ویتنام کی شکست جیسی ہے اور اس جنگ کا اختتام کہیں ہوتا نظر ہی نہیں آتا''۔اختتام کرنا کسی کے ہاتھ نہیں، یہ بس اس کا آغاز کر سکتے تھے۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ 9/11 کے بعد اللہ کے دین کے لیے مسلمان عراق، افغانستان، چچنیا، فلسطین اور صومالیہ میں مزید سرگرمی کے ساتھ کھڑے ہیں۔یہ صورتحال جو آج ان محاذوں پر ہے ۱۱ستمبر سے پہلے نہ تھی۔

بش کے عراق پر حملے کے نتائج:

اس حملے کے نتیجے میں عراق کی سرزمین پر غیر ارادی طور پر ایک اسلامی امارت کا قیام عمل میں آیا۔حقیقت تو یہ ہے کہ یہ امارت اسلامی ہی ہے جس کے قیام کو اس زمین پر روکنے کے لیے وہ جنگ پر جنگ برپا کر رہے ہیں لیکن اللہ کی چال کے سامنے ان کے سب کے سب منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔چونکہ امریکہ عصر حاضر کا فرعون ہے اور تاریخ میں اللہ ان فرعونوں کو اسی انجام سے دوچار کرتا رہا ہے۔موسیٰ کے دور کا فرعون گن گن کے قدم اٹھاتا رہا اور ہر وہ اقدام کرتا رہا جس کے نتیجہ میں موسیٰ پیدا نہ ہو سکے اور اللہ کی زمین پر اس کا دم بھرنے والوں کو فتح نہ مل سکے لیکن اللہ کی چال کے نتیجے میں وہ بھی مہلک غلطی کا ارتکاب کر بیٹھا۔بعینہٖ آج وہی چیز ہم امریکہ کے ساتھ ہوتی دیکھ رہے ہیں۔دور حاضر کے اس طاغوت نے اپنے ہی لیے گھڑا کھودا اور اس میں گر گیا لیکن اس سے باہر نکلنے کی اسے کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔حال ہی میں قیام میں آنے والی امارت اسلامی جس کا دارالخلافہ بغداد ہے اور یہ وہی بغداد ہے جو عباسیوں کی خلافت کا دارالخلافہ رہا ہے اور عباسیوں کی خلافت سب سے زیادہ وقت تک قائم رہی۔ہم جانتے ہیں کہ بغداد عباسیوں کے دور میں establish ہوا اور انھوں نے اسے دارالخلافہ بنایا جو کچھ صدیوں تک دارالخلافہ رہا، یہ عرصہ مسلمانوں کی تاریخ میں تہذیب کی ترقی اور روشنیوں کا دور تھا۔لہٰذا بغداد جو کہ عباسیوں کی خلافت کا دارالخلافہ بھی رہ چکا ہے اور آج پھر اسی جگہ امارت اسلامی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کی بھاگ ڈور سنبھالنے والا حسین بن علی کی آل میں سے ہے تو یہ چیز بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔اس بڑی پیش رفت کو مغرب جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اب چاہے یہ امارت باقی رہتی ہے اور پھل پھول کر اگلی اسلامی خلافت کا روپ دھارتی ہے یا خطرناک سازشوں کے نتیجہ میں آگے نہیں بڑھ پاتی، میں پھر بھی یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک یادگار واقعہ ہے۔ایسی صورتحال میں ہمیں کسی ایسے فرد یا ایسی چیز سے امیدیں وابستہ نہیں کرنی چاہئیں جن سے امیدیں وابستہ کر لینا مسلمانوں کا طریقہ نہیں رہا۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی قسمت کیا ہے، یہ کسی فرد یا امارت جیسی چیز پر دارومدار نہیں کرتی۔مسلمانوں کی نسلیں تو آنی جانی رہیں ہیں یہاں تک کہ یہ محمد ﷺ بھی نہیں جن کے بارے میں کہا جا سکے کہ مسلمانوں کی قسمت کا دارومدار ان کی زندگی پر ہے۔جب اللہ کے نبی ﷺ وفات پا گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو یہ آیت تلاوت کر کے سنائی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

فَلَن يَضُرَّ اللّهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِي اللّهُ الشَّاكِرِينَ﴾

لہٰذا اب جب ہم اسلامی امارت کے بارے بات کررہے ہیں تو ہم اس کے مستقبل کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے، یہ بڑھ بھی سکتی ہے یا اس کے ساتھ کوئی ہاتھ بھی ہوسکتا ہے تاہم اس کے قیام کا اعلان ایک بہت اہم واقعہ ہے۔اور بدقسمتی یہ بھی ہے کہ بہت سارے مسلمان اس کی اہمیت سے بالکل ناواقف ہیں قطع نظر اس کے کہ یہ کامیاب ہوتی ہے یا نہیں۔درحقیقت اس امارت کا قیام نظریات کا ذہنوں اور کتابوں سے نکل کر حقیقی دنیا میں ایک عملی صورت میں سامنے آنا ہے۔اسلامی قانون یا خلافت کے قیام کا تصور اب صرف ایک بات ہی نہیں جو ذہنوں کے اندر محصور ہو یا کتابوں کے اوراق کی زینت ہو بلکہ یہ ایک حقیقت کے طور پر سامنے آئی ہے۔اور اس امارت کا قیام جو دوسری حقیقت کا ظاہرہ ہے وہ یہ کہ اس دفعہ ایسا نہیں ہونے والا کہ مجاہدین اللہ کی راہ میں اپنا خون پیش کریں اور اس کے پھل کوئی اور سمیٹ لے۔اس جہاد کا مقصد صرف یہ نہیں کہ حملہ آوروں کو مسلمانوں کی زمین سے نکال باہر کیا جائے اور ان کی جگہ کوئی منافق ان پر حکومت کرنے لگے بلکہ وہ اسلامی امارت کا قیام عمل میں لائیں گے جو آگے چل کر ان شاء اللہ خلافت اسلامی کے طور پر ابھرے گی۔ہم آہستہ آہستہ نبی ﷺ کی حدیث میں بتلائی گئی اس stage کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا

ستكون خلافة على منهاج النبوة

اب امریکیوں کا حال یہ ہے کہ وہ اس اسلامی امارت کے حوالے سے بظاہر بالکل چپ سادھے ہوئے ہیں کیونکہ انھوں نے اسلام کے تصور خلافت کا مطالعہ کیا ہے اور وہ اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور اس خطرے سے بھی آگاہ ہیں جو اس خلافت کے قیام سے انھیں اور ان کے پوری دنیا پر قبضے کے ایجنڈے کو درپیش ہوں گے۔تو آج وہ مسلمان جو اپنی آنکھیں موندے اور اپنے کان بند کیے بیٹھا ہے وہ کیونکر اس اہم واقعے کو کوئی اہمیت دے گا۔اس صورتحال کو ایک عام مسلمان کے حوالے سے مزید پیچیدہ کردینے کے لیے وہ اس امارت کے حوالے سے خبریں میڈیا پر نہیں آنے دے رہے اگرچہ یہ وہ خود ہی ہیں جنھیں سب سے پہلے ایسی کسی خبر کا پتا چلتا ہے کیونکہ وہ امارت کے مجاہدین کے ساتھ دوبدو لڑائی میں ہیں اور وہ امارت کے سربراہ کو بھی ایک افسانوی کردار کے حوالے سی پیش کررہے ہیں۔اسلامی امارت کا یہ کہنا ہے کہ وہ اب دس لاکھ مجاہدین کے ساتھ لڑرہی ہے اور امارت پر اپنے قبضے کو بھی مستحکم رکھے ہوئے ہے۔

خلافت کا تصور اب مغرب میں اٹھان پکڑ رہا ہے کیونکہ وہ اس کے خطرے سے بخوبی واقف ہیں۔وہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان دوبارہ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں لہٰذا اس معاملہ میں اپنی دلچسپی کے وہ نئے پہلو پاتے ہیں۔کچھ عرصہ وہ اس خطرے کے بھولے رہے اور اس پر زیادہ توجہ نہ دی لیکن آج دوبارہ وہ اس پر بات کرتے نظر آتے ہیں۔مثال کے طور پر اکتوبر ۲۰۰۵ میں بش نے کہا، ''عسکریت پسندوں کا خیال ہے کہ اگر وہ کسی ایک ملک پر قبضہ کرلیتے ہیں تو مسلمانوں کو ایک جگہ اکٹھا ہونے کا موقع مل جائے گا اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ خطے میں موجود معتدل حکومتوں کو گرا کر ایک ایسی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھیں گے جو سپین سے انڈونیشیا تک پھیلی ہو''۔بش نے سپین کا خصوصی تذکرہ کیا کیونکہ وہ الاندلس کے بارے جانتا ہے۔5 ستمبر 2006 کو اس نے کہا، ''یہ خلافت ایک totalitarian اسلامی سلطنت ہوگی جس میں وہ تمام علاقے شامل ہونگے جو کبھی بھی مسلمانوں کے زیرنگیں رہے یا ہیں اور یہ یورپ

سے شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا تک پھیلی ہو گی''، اور پھر اس نے کہا، ''ہم یہ اس لیے جانتے ہیں کہ القاعدہ نے ہمیں اس بارے بتایا''۔ یہ بش کے الفاظ تھے۔ Donald Rumsfield نے کہا، ''عراق نئی اسلامی خلافت کے قیام کے لیے اڈے کے طور پر کام کرے گا جو پورے مشرق وسطیٰ میں پھیلی ہو گی جو یورپ، افریقہ اور ایشیا میں موجود جائز حکومتوں کے لیے خطرہ ہو گی۔ یہ ہے ان کا منصوبہ، وہ ایسا کہہ چکے ہیں، ہم ایک بھیانک غلطی کا ارتکاب کریں گے اگر ہم سننے اور سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں''۔ ٹونی بلیئر نے برائی کے نظریہ سے لڑنے کے حوالے سے کہا کہ مغرب کو طالبان طرز کی حکومتوں اور عرب میں شرعی قوانین کی راہ میں روک ڈالنی ہو گی کیونکہ یہ چیزیں تمام مسلمانوں کے لیے ایک خلافت کی راہ ہموار کر دے گی۔

آخر میں ہم جنرل David Patrious کے بیان کا جائزہ لیتے ہیں جو اس نے عراق میں حالیہ فوج میں اضافے کے بعد دیا اور وہ یہ وجہ بیان کر رہا ہے کہ انھیں مزید فوجیوں کی ضرورت کیوں تھی۔ اس نے کہا، ''فوج کی تعداد میں یہ اضافہ القاعدہ کی اس صلاحیت کے خاتمہ کے لیے ہے جس کے ذریعہ وہ خطرناک قسم کے حملے کر رہی ہے اور اپنی ان تشدد پر مبنی کاروائیوں کی جاری رکھنا چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ عراق میں القاعدہ کے لیے ایک بہترین ٹھکانے کا منصوبہ رکھتے ہیں جو خلافت کی صورت دھار جائے گا''۔ لہٰذا اب یہ سارے لوگ خلافت کی بات کر رہے ہیں کیونکہ وہ اسے اپنے لیے ایک حقیقی خطرہ سمجھتے ہیں، خلافت ایک ایسی چیز جو نظریات کی دنیا سے نکل کر حقیقت کا روپ دھارنے کو ہے۔ ہمارے دین میں اس متکبرانہ مداخلت کو روکنے کے لیے ہمیں اٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ ہاں! ہمیں یقیناً اٹھ کھڑے ہونا چاہیے اور سچائی کا اقرار بانگ دہل کرنا ہو گا اور پھر اس سچائی کے لیے ہر ہر محاذ پر لڑنا ہو گا۔ دوسری طرف ہمیں اس حوالے سے بالکل پر اعتماد ہونا چاہیے کہ کافر چاہے جو بھی کرلیں آخرکار فتح مسلمانوں کی ہی ہو گی کیونکہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب

(جو میرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے خلاف جنگ برپا کروں گا)

امریکہ نے اللہ کے دوستوں سے دشمنی کی ہے لہٰذا وہ اللہ کے ساتھ لڑیں گے اور نتیجہ تو ظاہر ہی ہے کہ کیا ہو سکتا ہے!

ہمیں اس صورتحال کا سامنا کیسے کرنا ہے؟

یہ درست کہ اللہ کا دین اس کے ہی حکم سے فتحیاب ہو گا لیکن سوال یہ ہے کہ اس میں ہمارا کیا حصہ ہو سکتا ہے یہ ہمیں کیا کرنا ہو گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک طرف بیٹھے رہیں اور تماشا دیکھتے رہیں۔ اگر امریکہ کسی قسم کی شرم محسوس کیے بغیر کھلے بندوں یہ بات کر رہا ہے کہ وہ اسلام کو ہی تبدیل کر دینا چاہتا ہے تو ہمیں بھی اس صورتحال کا سامنا کرنے کے لیا اٹھ کھڑا ہونا پڑے گا۔ عزیز بہنو اور بھائیو! ہمیں مختلف معاملات پر لوگوں پر اسلام کا موقف واضح کر کے پیش کرنا ہو گا۔ ہمیں واضح اور برملا انداز میں اسلامی ریاست، خلافت اور زمین پر اللہ کے قانون کے نفاذ کے حوالے سے خالص اسلامی موقف سامنے لانا ہو گا۔ ہمیں جمہوریت پر بات کرنا ہو گی کہ اسلام میں اس کا کیا حکم ہے اور کیونکر یہ اس سے ایک متصادم نظام ہے! ہمیں اسلامی متبادل شوریٰ کو لوگوں پر واضح کرنا ہو گا۔ ہمیں اسلامی حدود، جرائم کے حوالے سے اسلامی قوانین، عورت یا مرد کا ایک سے زیادہ شادیاں کرنا، عورتوں کے حقوق اور دیگر انسانی حقوق وغیرہ سے متعلق اسلام کا موقف سامنے لانا ہو گا۔ ہمیں

یہ معاملات اوراس طرح کے دیگر حساس معاملات واضح کرنے میں کسی قسم کا معذرت خواہانہ رویہ نہیں اپنانا چاہیے اور پوری ایمانداری کے ساتھ چیزوں کو سامنے لانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ مغرب کا ایجنڈا مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔

دوم یہ کہ ہمیں ہر وہ چیز جو امریکہ کی طرف سے دی جا رہی ہو اس کے حوالے سے بہت محتاط رویہ اختیار کرنا ہوگا۔ وہ اپنے اسلحہ خانے کا ہر ہتھیار اپنے خفیہ عزائم کو پورا کرنے کے لیے استعمال کریں گے۔ مضمون US news and world report جس کا ہم پیچھے بھی ذکر کر آئے اس میں کہا گیا ہے کہ ''اپنے نظریات کو عرب دنیا میں عام کرنے کے لیے ہمیں انھیں موسیقی، مزاح، شاعری اور انٹرنیٹ کے ذریعے ان تک پہنچانا ہوگا''۔ وہ ہر قسم کا ہتھیار استعمال کر سکتے ہیں لہٰذا انتہائی محتاط ہونا بہت ضروری ہے۔

سوم یہ کہ:

اگر رینڈ میں موجود لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ سچے مسلمانوں کو اپنے ہی لوگوں کی نظروں میں گرانا چاہتے ہیں اور حق کو دبانا چاہتے ہیں جیسا کہ Sheryl Bernard نے کہا، ''دہشت گرد اور بنیاد پرست حلقوں میں موجود بدعنوانی، منافقت اور اخلاقیات کے منافی معاملات کی تفتیش کے لیے صحافیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے'' اور محکمہ دفاع کی چار سالہ دفاعی جائزہ رپورٹ کے مطابق ''ہم انتہا پسندانہ نظریات کو لوگوں کی نظر میں غلط اور فرسودہ ثابت کر دینا چاہتے ہیں''۔ ایسے میں یہ ہمارا فرض بن جاتا ہے کہ ایسے علماء اور داعیان کو سامنے لایا جائے جو حق بات کہہ رہے ہوں۔ اگر وہ ان نظریات کو جوان کے خیال میں انتہا پسندانہ ہیں، اگر وہ انھیں لوگوں کی نظر میں غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ہم انھیں عام کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ حق کو دبانا چاہتے ہیں تو ہم اسے زور دار اٹھان کے ساتھ ان معاشروں میں اترتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور یہ کام کرنا ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے، یاد رکھیں کہ ہمیں ایک ایسے دشمن کا سامنا ہے جو وسائل کے اعتبار سے ہم سے کہیں آگے کھڑا ہے اور ساری دنیا کو اپنا اتحادی بنا کر آگے بڑھ رہا ہے اور ایسی صورتحال کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واعدو لهم (ان کے لیے تیاری کرو)

بالکل اسی طرح جیسے وہ ہمارے دین کو بدل دینا چاہتے ہیں اور جھوٹ کا پرچار کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں رینڈ مسلمان میں تبدیل کر دینا چاہتے ہیں ایسے ہی ہمیں حق کا پرچار کرنا ہوگا۔

چہارم یہ کہ:

ہمیں سچائی پر مبنی مواد کو عام کرنا ہوگا۔ کوئی بھی ایسی چیز یا کوئی بھی ایسا ذریعہ جو سچائی کو پھیلانے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے ہمیں استعمال میں لانا چاہیے اور اس سچائی کو پھیلانا چاہیے، اس معاملے میں اپنی دولت صرف کرنی چاہیے۔

پنجم یہ کہ:

ہمیں اپنی زبان اور اپنے مال کے ساتھ جہاد کرنا ہوگا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا

جاهدو المشركين بانفسكم واموالكم والسنتكم

(مشرکوں کے خلاف اپنے مال، جان اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو)

اورحق کا پرچار اسی جہاد کی ہی ایک شکل ہے۔

اور آخر میں محترم بہنو اور بھائیو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمیں مسلمانوں کو ان کے حقیقی تشخص سے آگاہ کرنا ہوگا۔ اگر کفار ہمیں ہمارے قبل از اسلام کے ماضی سے جوڑنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اپنی تاریخ کے حوالے سے معلومات کو عام کرنا ہوگا کہ ہم کیا ہیں! اور ہمٰیں امت کے تصور کو عام کرنا ہوگا کہ ہم سب مسلمان ایک امت کا حصہ ہیں اس مقصد کے لیے ہمیں قومیت اور قبائلی تعصب سے بالاتر ہونا ہوگا۔ ہمیں اپنے آپ کو ایک امت کا حصہ سمجھنا ہوگا، مختلف النسل، مختلف اللسان اور رنگوں کے تفاوت کے باوجود ہم سب مسلمان ایک امت ہیں اور یہ وابستگی باقی سب وابستگیوں پر مقدم ہونی چاہیے۔ مزید یہ کہ ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ گھر بیٹھے ہی اللہ ہمیں فتح سے ہمکنار کر دے گا اور ہمیں کچھ کرنا بھی نہیں پڑے گا۔ بلکہ ہمیں اٹھ کھڑا ہونا ہوگا اگر ہم طائفہ منصورہ کا حصہ بننا چاہتے ہیں، اگر ہم فرقہ ناجیہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں کیونکہ آج بدعت کو پھیلانے کے لیے محدود وسائل نہیں بلکہ امریکہ اور اس کے حواریوں کے وسائل کی مدد حاصل ہے۔ لٰہذا نظریات کی اس جنگ میں آج حق پہ کھڑے لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسے دنیا کے سامنے پیش کریں قطع نظر اس کے کہ وہ تعداد میں کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں۔

اخوانکم فی الاسلام

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.muwahideen.tk